دعوت ومنہاج
شیخ احمد فہمی، مصر
ترجمہ: قاضی عبدالکریم☆

سَلفیّت کے خاتمے کے لئے مغرب کی حکمتِ عملی⊙

زیر نظر مضمون سلفیّت کو درپیش عالمی صورتحال بالخصوص عرب ممالک میں درپیش حالات کے تناظر میں تحریر کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں سلفیت کو 'اُصول پسند اسلام' یا 'اپنے مسائل کے حل کیلئے کتاب وسنت تک براہِ راست رسائی' کے مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے جس کے ایک اہم مظہر کے طور پر اہل مغرب سعودی عرب اور اس کے بعض عرب ممالک میں پائی جانے والی دینی لہر کو پیش کرتے اور اسے 'وہابیت' سے موسوم کرتے ہیں۔

خبردار! سلفیت اور سلفیوں کا داخلہ ممنوع ہے! یہ آج کا وہ فیصلہ کن عنوان ہے جو کہ 'نئی صدی'، 'تیسرا ہزاریہ' یا 'نیو مڈل ایسٹ' کی دہلیز پر نصب کردیا گیا ہے۔ نئی صدی، تیسرا ہزاریہ اور نیو مڈل ایسٹ وغیرہ وہ مختلف نام ہیں جو جدید دور کے بارے میں مختلف مغربی فلسفوں/تصورات کی عکاسی کرتے ہیں۔ گوکہ یہ اصطلاحات اپنی تفاصیل اور مشمولات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن مستقبل کے ایک نکتہ کے بارے میں یہ تینوں مغربی نظریات متفق نظر آتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ

"دورِ جدید میں 'اُصول پسند سلفی اسلام' کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔"

ایک امریکی سٹڈی سنٹر نے مستقبل کے متوقع حالات کے بارے میں ایک مفصل بحث لکھی ہے جس میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ آج سے ۱۵ سال بعد، متعین طور پر ۲۰۲۰ء میں، دنیا کی شکل کیا ہوگی؟ اس ریسرچ کو تیار کرنے میں متعدد محققین اور ریسرچ سکالرز نے حصہ لیا اور یہ بحث امریکی خفیہ ادارے کے قومی بورڈ کی زیرنگرانی تیار کی گئی ہے۔

بحث میں مستقبل کے حالات کے بارے میں 'منظرنامہ مستقبل' کے عنوان سے چار

☆ فاضل جامعہ امام محمد بن سعود اسلامیہ، ریاض

⊙ شائع شدہ مجلّہ 'البیان' لندن شمارہ ۲۲۱، محرم ۱۴۲۷ھ

www.KitaboSunnat.com

مفروضے پیش کئے گئے ہیں:

① مراکش تا انڈونیشیا متحدہ عالمی اسلامی مملکت یا

② 'دہشت گردی' اور لاقانونیت کا عالمی غلبہ یا

③ امریکی اثر ورسوخ سے خالی گلوبلائزیشن (العولمة) کا غلبہ یا

④ دنیا پر واشنگٹن کا کنٹرول اور امریکی تہذیب کا غلبہ

اس رپورٹ کی تکمیل کے ساتھ ہی امریکی صدر نے اپنے ہفتہ وار خطاب میں مستقبل کی عالمی اسلامی مملکت کے متوقع قیام کے خطرے سے خبردار کیا۔

امریکہ کا اسلام سے یہ خوف بعض اعتبار سے درست بھی ہے لیکن چند مخصوص مقاصد کی خاطر اس کو بڑھا چڑھا کر بھی پیش کیا جاتا ہے۔ یہاں یہ اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی دعوت کے میدان میں بہت سے مناہج واَفکار کام کر رہے ہیں، ایسی حالت میں امریکہ کو کس منہج وفکر سے زیادہ خوف لاحق ہے:

① اسلامی سیاسی تحریکوں اور پارٹیوں سے؟

② سلفی تحریکوں اور اداروں سے؟

③ تصوف کے پورے عالم اسلام میں پھیلے ہوئے مختلف سلسلوں سے؟

④ حکومتوں کے زیرنگرانی دینی اداروں سے؟

بہت سے امریکی تھنک ٹینکس نے اس سوال کا واضح جواب دیا ہے، اور اب سب کا اس امر پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ سلفی تحریکیں ہی امریکہ کے لئے سب سے زیادہ خوف اور پریشانی کا مرکزی سبب ہیں۔ یہاں اس اہم حقیقت کا انکشاف ایک اور سوال کو جنم دیتا ہے کہ امریکہ کو لاحق اس 'عظیم خطرہ' کا مقابلہ کرنے کے لئے کون سا طریقہ بہتر ہوسکتا ہے؟

❶ سلفیت کے متبادل افکار ومناہج کو رائج کیا جائے یا

❷ سلفیت کو اپنے زیرکنٹرول کر کے اس کی سرپرستی کی جائے یا

❸ سلفیت پر پابندی عائد کر کے اس کا مکمل صفایا کر دیا جائے

ہم آئندہ صفحات میں ان تینوں امکانات (Options) میں سے زیادہ قابل عمل اور

مناسب کی نشاندہی کرکے اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کریں گے :

پہلا آپشن: سلفیت کا متبادل

متبادل سے مراد یہ ہے کہ مختلف مغربی اداروں کے ذریعہ ایسی تحریکوں اور مناہج وافکار کی پشت پناہی کی جائے جو مسلم اور غیر مسلم ممالک میں تیزی سے پھیلتے ہوئے سلفی منہج کے متبادل کے طور پر سامنے آسکیں۔ اہل مغرب کے ہاں اب یہ فکرمندی قدرے نمایاں ہورہی ہے کہ عوام کے اندر بہت تیزی سے پھیلتے ہوئے دینی احساس اور پھر معقول حد تک اس کے پروان چڑھنے کا اہمیت سے جائزہ لیا جائے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کی دین داری کے بارے میں مغرب کی رائے میں بہت تبدیلی آئی ہے۔ اس سے قبل وہ صرف اس اُسلوب پر عمل پیرا تھے کہ دین داری کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کے لئے جاذبِ نظر لا دینی افکار کو فروغ دیا جائے، ان کی کوشش تھی کہ جمہور مسلمانوں کی دین کے ساتھ روایتی اور نام نہاد وابستگی کو ہی مزید ترقی دی جائے۔ لیکن اس اُسلوب کی ناکامی یا مکمل مطلوبہ نتائج کے عدمِ حصول کے بعد اُنہوں نے ایک اور قدم اُٹھانے کا فیصلہ کیا، اور وہ یہ کہ مسلمانوں کو دین کی راہ سے تو نہ روکا جائے بلکہ دین کا جدید اور نظر ثانی شدہ (ریوائزڈ) ایڈیشن ان کے سامنے پیش کیا جائے۔

سلفیت کے دشمنوں کے لئے منہج سلفیت کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ اس کے داعی لوگوں کو ایسی سیدھی اور مختصر شاہراہ کے راہی بنا رہے ہیں جو لوگوں کے طرزِ معاشرت کو اسلام کے حقیقی مصادر (قرآن وسنت) سے براہِ راست ملا رہی ہے جبکہ غیر سلفی افکار و مناہج کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگوں کو خود ساختہ افکار ونظریات کی دنیا میں گھماتے پھرتے ہیں اور وہ اُنہی میں سرگرداں رہتے ہیں، یا پھر دیگر تحریکیں ان کو شاہراہِ قرآن وسنت کو بائی پاس کروا کر آخر کار اپنے مخصوص اَہداف کی طرف لے جاتے ہیں۔

دین اسلام کا وہ 'امریکی ایڈیشن' جو مسلمانوں کے سامنے پیش کیا جارہا ہے، اس کو متعارف کرانے کے لئے کچھ اس انداز سے کام ہو رہا ہے:

① ایسی بعض شخصیات اور 'دینی' رہنماؤں کو منظر عام پر لایا جارہا ہے جو اسلامی تعلیمات کی 'روشن خیال' انداز میں تشریح کرتے ہیں اور لوگوں کو (نام نہاد) 'اعتدال' اور 'باہم رواداری'

کا درس دیتے ہیں اور اپنے تئیں لوگوں کو یہ باور کروانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام کا سلفی مفہوم شدت پسندی پر مبنی ہے۔

② بعض مسلمہ سیاسی تحریکوں کے ذریعہ لوگوں کے ذہنوں کی اس نہج پر تعمیر کی جارہی ہے کہ سلفی فکر سیاسی طور پر بالکل اپاہج ہے جبکہ دوسری تحریکیں اُن دینی اصول ومبادی کو 'قربان' کرنے کی مکمل استعداد رکھتی ہیں جو 'عظیم تر سیاسی مقاصد' کے حصول کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

③ ایسے تمام سلفی ادارے اور اَفراد جو صرف دعوت کے میدان میں کام کررہے ہیں اور محض دعوتی وعلمی کام میں مصروف ہیں، ان کو بھی جہاد کے ساتھ جوڑنے اور عسکری عمل سے مربوط کرکے پیش کیا جارہا ہے، اوراس طرح گویا سلفی دعوت اور عسکری عمل کو لازم وملزوم قرار دیا جارہا ہے اور سلفیت کو عسکریت پسند منہج قرار دیا جارہا ہے۔

④ بہت سے اسلامی ممالک میں تصوف کی طرف دعوت دینے والوں کے لئے راہ ہموار کی جارہی ہے اور خاص طور پر صوفی ازم کے ان داعیوں کے لئے جنہوں نے گیارہ ستمبر کے واقعہ کے بعد اپنے اندازِ دعوت میں واضح تبدیلی پیدا کی ہے اور وہ ہراس بات سے گریز کرتے ہیں جو مغرب کے لئے ناقابل قبول ہو۔ ایسے لوگ اسلام کو 'جدید مفہوم' کے غلاف میں پیک کرکے پیش کررہے ہیں تاکہ مغربی ثقافت کے بازار میں اس کی ترویج ہوسکے۔

یہاں پر ہم 'روشن خیالی' اور تصوف کے داعیوں کے بارے میں قدرے مزید تفصیل پیش کریں گے:

نام نہاد اعتدال پسندی کے علمبردار

جہاں تک روشن خیالی یا اعتدال پسندی کی طرف بلانے والوں کا تعلق ہے تو گیارہ ستمبر کے واقعہ کے بعد ان کا ستارہ کافی چمک اُٹھا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ہراس نقطہ نظر سے احتراز کرتے ہیں جو مغرب کے لئے قابل قبول نہ ہو، اوران کے 'جذبات' کو ذرّہ بھر ٹھیس پہنچانے کا سبب بنے۔ کیونکہ ایسا کرنے کی صورت میں سپر پاور کے قہر وغضب کا نشانہ بن سکتے ہیں۔ یہ روشن خیال دانشور خاص طور پر الولاء والبراء (دوستی اور دشمنی صرف اللہ کے لئے

جیسے اہم اسلامی عقیدہ کو مغربی مفادات کی دہلیز پر قربان کرنے سے نہیں ہچکچاتے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ کسی ایسے اسلامی ادارے یا تحریک سے تعلق رکھنے سے بھی گریز کرتے ہیں جو مغربی حکومتوں کی نظر میں مشکوک ہو۔

ایسے لوگ درحقیقت زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط حقیقی اسلام تک عوام الناس کی رسائی میں رکاوٹ پیدا کرنے والا خطرناک کردار ادا کررہے ہیں۔ وہ عوام کے پاؤں میں بیڑیاں بن کر بیٹھے ہوئے ہیں اوران کو دین داری کے ایک ایسے مرحلے میں روکے کھڑے ہیں جہاں پہنچ کر وہ لادینیت اور اِلحاد سے تو چھٹکارا کسی حد تک پاچکے ہیں، لیکن اسلام کا وہ مفہوم جو ائمہ اسلاف نے پیش کیا ہے، اس تک نہیں پہنچ پائے۔ یہ مذہبی رہنما زبانِ حال سے اپنے مدعوین کو یہ کہہ رہے ہیں کہ

> ''ہم آپ کو اس مرحلہ پر صحیح سلامت پہنچنے پر مبارکباد دیتے ہیں۔ بس یہی آپ کی منزل ہے، اب آپ مکمل دین دار بن چکے ہیں۔''

اسلامی بیداری یا اصلاح کا مغرب کے ہاں یہی مفہوم اور یہی اس کی سرحد ہے جس سے اس کو...... ان کی رائے میں...... قطعاً تجاوز نہیں کرنا چاہئے۔ بہت سے مغربی مفکرین اور اہل قلم نے اس حقیقت کا صریحاً اعتراف بھی کیا ہے۔ 'جہاد واچ' نامی ویب سائٹ کا ڈائریکٹر رابرٹ سپنسر تیزی سے پھیلتے ہوئے اسلامی شعور پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے :

> ''آپ اس کو اسلامی بیداری کہیں یا تحریکِ اصلاح جو بھی کہیں، اس میں ضروری ہے کہ قرآنی تعلیمات کی حرف بحرف تطبیق کے منہج (سلفیت) کو روکا جائے اور اس کو دوبارہ ظہور پذیر نہ ہونے دیا جائے۔''

جبکہ دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ روشن خیالی کے یہ داعی جس قدر بھی 'قربانیاں' پیش کرتے رہیں، اس وقت تک مغرب کی خوشنودی حاصل نہیں کرسکتے جب تک ایک ایک کرکے تمام اسلامی اقدار کو ترک نہ کربیٹھیں حتیٰ کہ مکمل طور پر اسلام سے دستبردار ہوجائیں ، اور یہی آخرکار مغرب کا ہدف ہے۔

اسی حوالہ سے اسلام اورمسلمانوں سے زبردست عداوت رکھنے والا 'ڈینیل پائپس' جس کو

وائٹ ہاؤس میں بہت اہمیت حاصل ہے، اس نے ایک امریکی اخبار میں ''ہم اعتدال پسند مسلمانوں کو کیسے پہچانیں؟'' کے عنوان سے ایک مضمون میں لکھا ہے:

''بہت سے نام نہاد اعتدال پسند ایسے بھی ہیں جو حقیقت میں بنیاد پرست ہیں، لیکن ان کی حقیقت تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔ باوجودیکہ میرے جیسے باریک بین افراد اس معاملہ میں انتہائی محنت اور بہت وقت صرف کررہے ہیں۔''

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مغرب میں اعتدال پسندوں کو بھی شک کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ 'اعتدال پسند' انتہائی 'اخلاص' اور 'استقامت' سے کام کررہے ہیں۔ اس پر ہمارا تبصرہ یہ ہے کہ ڈینیل کا یہ گمان شیعہ مسلمانوں کے بارے میں تو صحیح ہوسکتا ہے جن کے ہاں تقیہ کی بہت زیادہ اہمیت ہے بلکہ ان کے ہاں دین کا ۹/۱۰ حصہ تقیہ پر مشتمل ہے، لیکن سنی مسلمانوں کے بارے میں کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔ جن کے ہاں تقیہ کا کوئی تصور نہیں ہے۔ 'ڈینیل پائپس' اپنے مقصود اور مدعا کی مزید وضاحت یوں کرتا ہے:

''بنیاد پرستوں کو اب اعتدال پسندی کی ضرورت کا احساس ہورہا ہے اور وہ اب یہ سیکھنے کی کوشش کررہے ہیں کہ اعتدال پسندی کا روپ کس طرح اختیار کیا جائے، اور میرے خیال میں بلا شبہ یہ روپ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید گہرا ہوجائے گا جس کی حقیقت کو پہنچانا مزید مشکل ہوتا جائے گا۔''

دورِ جدید اور صوفی ازم

یہ موضوع بھی اپنی اہمیت کی وجہ سے قدرے تفصیل کا متقاضی ہے۔ تصوف یا صوفی ازم دین حق کے سامنے بہت بڑا چیلنج ہے۔ یہ بات اب بہت سے دلائل اور براہین سے واضح ہوچکی ہے کہ امریکی اربابِ دانش کے سامنے مسلمانوں کے درمیان بڑھتے ہوئے کتاب وسنت پر مبنی دینی شعور کی موجودہ صورتِ حال میں صوفی ازم ایک بہترین متبادل راستہ ہے، جس کو مسلمانوں میں پھیلا کر اسلام کے 'خطرہ' سے بچا جاسکتا ہے۔

یہاں ہم اس دعویٰ پر کچھ دلائل پیش کرتے ہیں اور پھر چاہتے ہیں کہ دورِ جدید میں تصوف کے داعیوں کے دو نمونے بھی اپنے قارئین کے سامنے رکھیں۔

www.KitaboSunnat.com

۲۰۰۳ء میں نکسن سٹڈی سنٹر، واشنگٹن میں ''تصوف اور امریکہ کی عالمی سیاست میں اس کا متوقع کردار'' کے عنوان سے ایک سیمینار منعقد ہوا۔ اس سیمینار کے شرکا میں معروف اسلام دشمن امریکی سکالر ڈاکٹر برنارڈ لوئیس سرفہرست تھا۔ دوسرے شرکا میں ترکی کے سابق صدر ترگت اوزال کے بھائی کرکوت اوزال اور امریکن اسلامک کونسل کے ڈائریکٹر محمد ہشام قبانی بھی شامل تھے۔ سیمینار میں اسلامی تحریکوں اور مذاہب کے حوالے سے اعداد و شمار پر مشتمل لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ اس مواد میں کچھ اسلامی تحریکوں کو نہایت خطرناک باور کروانے کے لئے علیحدہ گروپ میں درج کیا گیا اور اس گروپ کو سرخ دائرے کے اندر دکھایا گیا۔ اس میں ذکر تھا کہ سلفی تحریکیں دراصل علامہ ابن تیمیہؒ کی فکر سے تعلق رکھتی ہیں۔ سلفی تحریکوں میں 'وہابیت' سرفہرست تھی، اس کے علاوہ فلسطین کی اسلامی تحریکوں اور دوسری بہت سی سلفی تحریکوں کو بھی اسی گروپ میں درج کیا گیا۔

'امریکن اسلامک کونسل' صوفی ازم یا تصوف کا نمائندہ ادارہ ہے جس کے بانی جناب ہشام قبانی ہیں۔ یہ کونسل امریکی حکومت کا بڑے کھلے دل اور خلوص سے تعاون کرتی ہے اور خاص طور پر اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں 'اہم معلومات' فراہم کرنے سے بھی نہیں چوکتی۔ مزید برآں امریکہ کے اندر مسلمانوں کی سرگرمیوں پر خصوصی نظر رکھتی ہے اور وقتاً فوقتاً ان کی سرگرمیوں پر مشتمل رپورٹ امریکی حکومت میں متعلقہ اداروں تک بھی پہنچاتی رہتی ہے۔

یاد رہے سابق امریکی نائب وزیر دفاع پال ولف کی اسلامک کونسل کے ممبران کے ساتھ باقاعدہ سلسلہ وار میٹنگز منعقد ہوتی تھیں جن میں اسلامی دہشت گردی کے علاوہ دوسرے اہم موضوعات پر تبادلہ خیالات ہوتا تھا اور ان ملاقاتوں کے دوران اسلامک کونسل کے اراکین اسلامی خطرہ سے نمٹنے کے لئے اپنے 'مخلصانہ' مشورے امریکی وزارتِ دفاع کے ذمہ داران کے سامنے پیش کرنے کا 'شرف' بھی حاصل کیا کرتے تھے۔

ترکی میں اردگان کی پارٹی کے برسر اقتدار آنے کے بعد امریکی سفارت خانہ کے ذمہ داران نے ترکی کی اسلامی تحریکوں کے بارے میں نہایت باریکی سے معلومات جمع کرنا شروع کررکھی ہیں۔ امریکی ذمہ داران مکمل آزادی سے اسلامی تحریکوں کے مراکز اور اداروں کا دورہ

www.KitaboSunnat.com

کررہے ہیں، اور اُنہیں ترک وزیراعظم طیب اردگان کی مکمل حمایت بھی حاصل ہے۔ یاد رہے کہ اردگان صوفی سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک ہیں۔ امریکی ذمہ داران اس بات پر غور کررہے ہیں کہ ترکی کے صوفی، امریکی حمایت کے سائے میں صوفی ازم کو پوری دنیا کے مسلمانوں میں پھیلانے کا کام انجام دیں۔ اس کے لئے امریکہ کی طرف سے ان کو مکمل سیاسی اور اقتصادی تعاون دیا جائے گا۔ اسی سلسلے میں ترک صوفیوں کو 'زیورِ علم' سے مزید آراستہ کرنے کے لئے امریکی یونیورسٹیز میں سکالرشپ دیے جائیں گے۔ (دیکھئے Sufiyah.com)

اب ہم صوفی ازم کی دو اہم عالمی شخصیات کا تذکرہ کرتے ہیں:

◉ ان میں پہلی شخصیت علی جعفری اور دوسری ہشام قبانی ہے۔ یمنی نژاد عرب علی جعفری صوفیت کا سرگرم داعی ہے۔ گذشتہ کچھ عرصہ سے اس نے کافی شہرت حاصل کی ہے۔ اس کی شہرت کا آغاز یوں ہوا کہ مصر میں اس نے مالدار اور تاجر طبقہ میں صوفیانہ انداز سے وعظ اور سماع کی مجالس منعقد کرنا شروع کیں، جن مجالس کی وجہ سے اس طبقہ کے افراد میں اس کا نام واعظ کی حیثیت سے مشہور ہوگیا۔ لوگوں کے ذہنوں میں اس کا معتبر مقام بن گیا اور یہ عموماً صوفیوں کا طریقہ کار ہے کہ وہ عوام کو قرآنی اور نبویؐ تعلیمات کے قریب کرنے کی بجائے شخصیات کے گرد جمع کرتے ہیں۔

اس کے بعد بہت سے ٹی وی چینلز پر بھی دینی پروگرامز میں علی جعفری ظاہر ہونا شروع ہوا۔ ۱۱ ستمبر کے واقعہ کے بعد تو اس کی شہرت کو چار چاند لگ گئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں یہ ایک عالمی واعظ کی حیثیت سے معروف ہوگیا اور پھر یہ حال تھا کہ 'قبلہ حضرت' جہاں بھی جاتے، ان کے رستہ میں پھول نچھاور کئے جانے لگے۔ نہایت کم عرصہ میں اس نے امریکہ کے کئی دورے کئے۔ 'قبلہ حضرت' علی جعفری امریکہ کی متعدد ریاستوں میں جاجا کر سیمینارز اور صوفیانہ مجالس منعقد کررہے تھے جبکہ دوسری طرف صحیح اسلامی منہج وفکر کے حامل رہنماؤں کے امریکہ میں داخلہ پر پابندی لگائی جارہی تھی، جس طرح کہ معروف برطانوی نژاد نومسلم داعی یوسف اسلام کے ساتھ بارہا ایسا ہوا کہ ان کو امریکہ میں داخل ہونے سے روکا گیا اور خاص طور پر ۱۱ ستمبر کے بعد تو ان پر مزید سخت پابندیاں عائد کردی گئیں۔ اس کا سبب صرف یہ تھا کہ یوسف اسلام اور

www.KitaboSunnat.com

ان جیسے دوسرے داعی صوفیانہ شرک و بدعات کی بجائے صحیح اسلام جو کہ صرف اور صرف کتاب وسنت پر مبنی ہے، اس کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

دوسری طرف ۱۱ ستمبر کے واقعہ کے اثرات علی جعفری کے حق میں نہایت مثبت رہے۔ اس کے لئے امریکہ اور یورپ کے کسی بھی ملک میں کسی بھی وقت جانے کی اجازت ہے۔ علی جعفری نے برطانیہ، آئرلینڈ، ہالینڈ اور بلجیم وغیرہ کے کئی دورے کئے۔ اس کے علاوہ وہ انڈونیشیا، سری لنکا، کینیا، تنزانیہ اور جزر القمر کے متعدد دورے بھی کر چکا ہے۔

◉ صوفی ازم کی دوسری عالمی شخصیت ڈاکٹر ہشام قبانی ہے جن کا پہلے بھی تذکرہ ہو چکا ہے۔ یہ اصل میں لبنانی ہے اور امریکہ میں مقیم ہے جہاں پر اس نے 'اسلامک کونسل' کے نام سے صوفی ازم کے معروف ادارے کی بنیاد رکھی ہے۔ اسے امریکی حکومت کی زبردست حمایت حاصل ہے۔ امریکی وزارتِ دفاع اور وزارتِ خارجہ میں اس کے کئی لیکچرز ہو چکے ہیں۔ ان لیکچرز کے مقاصد کا اندازہ ان میں سے ایک لیکچر کے عنوان سے لگایا جا سکتا ہے، جو یہ ہے:

''اسلامی بنیاد پرستی اور امریکی سلامتی کے لئے اس کے خطرات''

ڈاکٹر ہشام قبانی سلفیت اور سلفیوں کا شدید دشمن ہے، خاص طور پر شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کی اصلاحی دعوت کا جس کو عالم کفر اور اس کے کارندے 'وہابیت' سے موسوم کرتے ہیں۔ قبانی بھی اس دعوت کی دشمنی میں کافی شہرت رکھتا اور خالص کتاب وسنت کی دعوت کی مخالفت عبادت سمجھ کر کرتا ہے اور اس کو وائٹ ہاؤس میں تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ 'وہابیت' سے متعلقہ معلومات کیلئے امریکی حکومت اس کو نہایت نادر اور اہم مصدر سمجھتی ہے۔

امریکی حکومت کو وہ باور کرواتا ہے کہ امریکہ کی ستر فیصد مساجد پر وہابیوں کا قبضہ ہے۔ علی جعفری کی طرح ڈاکٹر ہشام قبانی بھی مکمل آزادی کے ساتھ بلکہ مکمل امریکی حمایت کے سایہ تلے پوری دنیا میں دورے کرتا ہیں۔ اس کے 'اقوالِ زرّیں' میں سے ہے کہ ''میری معتدل رائے کے مطابق اس وقت وہابی آواز مسلمانوں میں زیادہ زور اور طاقت رکھتی ہے، اسلامی لٹریچر کے میدان میں وہابیت غالب ہے اور اسی کے پاس مالی وسائل بھی زیادہ ہیں۔''

ایسی صورتِ حال میں وہ صوفی ازم کو وہابیت کے متبادل کے طور پر سامنے لانے کی دعوت

دیتا ہے۔اس کے لائحہ عمل کے لئے وہ کہتا ہے کہ

''طلبہ کو تعلیمی اداروں میں باقاعدہ تصوف کی تعلیم دی جائے،ضروری ہے کہ طلبہ 'امن پسندی' کا درس سیکھیں اور عالمی معاشرت کے اندر گھل مل کر رہنا سیکھیں، جبکہ وہابیت نوجوانوں اور عام لوگوں کو یہ سکھلاتی ہے کہ وہ غیر مسلم معاشرے کا حصہ نہ بنیں۔ جبکہ ضروری ہے کہ ہر انسان جس معاشرے میں رہ رہا ہے، اس کے اندر رَچ بس جائے اور اس کے نظام ...... چاہے وہ اسلامی ہو یا غیر اسلامی...... کا حصہ بن جائے اور اس کی تعمیر میں مخلصانہ کردار ادا کرے۔ جہاں تک دین کا تعلق ہے تو اس کی حدود محض فرد کی انفرادی زندگی تک ہیں اور وہ فرد کے اور ربّ کے درمیان انفرادی تعلق کا نام ہے۔ میرے خیال میں اسلام کی تعلیمات بھی یہی ہیں۔''

(اخبار 'سنڈے سٹریٹ ٹائم' اور ویب سائٹ 'اسلام ڈیلی')

ہشام قبانی اسلامی ممالک کے دورہ جات کے ضمن میں ازبکستان کا تین مرتبہ دورہ کرچکا ہے۔ اپنے دوروں میں وہ ازبکستان کے ظالم حکمران اسلام کریموف کی بڑھ چڑھ کر تعریف وتوصیف کرتا رہتا ہے جبکہ اس حکمران کی تاریخ یہ ہے کہ اس نے برسراقتدار آتے ہی ہزاروں مسلمانوں سے اپنے ملک کی جیلوں کو بھر دیا، تمام دینی مدارس پر پابندی لگا دی اور اُنہیں بند کردیا، حجابِ اسلامی کے خلاف باقاعدہ اعلانِ جنگ کردیا، مساجد بھی اس کے ظلم سے محفوظ نہ رہیں اور ان میں سے متعدد مساجد کو مقفل کردیا گیا۔

قبانی کے ازبکستان کے آخری دورے میں ۱۲۰ افراد پر مشتمل ایک وفد اس کے ہمراہ تھا۔ اس وفد نے پورے ملک کا جگہ جگہ دورہ کیا اور قبانی کی قیادت میں ہر جگہ اسلام کو انتہائی مسخ کرکے پیش کیا، یہ لوگ صوفیانہ خرافات کے بیج لوگوں کے ذہنوں میں بکھیرتے رہے۔

ایسی صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے یہ امر تعجب خیز نہ ہوگا کہ امریکی میگزین 'یو ایس نیوز' یہ خبر شائع کرتا ہے کہ ''واشنگٹن اسلامی تحریکوں کا مقابلہ کرنے کے لئے صوفی ازم کو بطورِ اسلحہ استعمال کررہا ہے اور اس کی تبلیغ اور تشہیر کے لئے کوشاں ہے۔'' اس کی خاطر تمام وسائل بروئے کار لارہا ہے، عالم اسلام میں جگہ جگہ مزارات کی تعمیر کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے، تصوف کے متعلق پرانی کتابیں جو ابھی تک طبع نہیں ہوئیں اور مخطوطات کی صورت میں ہیں،

www.KitaboSunnat.com

ان کی طباعت کروائی جارہی اورمختلف زبانوں میں ترجمہ کرواکے ان کوشائع کیا جارہا ہے۔

یوں امریکی پالیسی ساز ادارے اس بات پر متفق ہیں کہ تصوف اور اس کے پیروکار ایک بہترین اسلحہ ہے جس کے ذریعہ پوری دنیا میں 'شدت پسند' مسلمانوں کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

امریکی ماہرین عالم اسلام میں صوفی ازم اور دوسری اسلامی تحریکوں کے درمیان موجود اختلافات کو اہمیت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے امریکہ نے حکومتی سطح پر براہِ راست انداز میں صوفی ازم کی مکمل حمایت کا فیصلہ کیا ہے۔

ایک امریکی میگزین کی رپورٹ کے مطابق شمالی افریقہ کے عرب ممالک کی حکومتوں نے ان ممالک میں موجود صوفی قائدین کی ایک کانفرنس منعقد کی،اور ان کے سامنے امریکی ایجنڈا رکھتے ہوئے ان کو کئی ملین ڈالر کی امداد دے کر 'شدت پسند' مسلمانوں کے خلاف میدان میں برسرپیکار ہوجانے کا مشن سونپا ہے۔

امریکی کانگرس میں موجود دینی آزادی کے متعلقہ کمیٹی بھی اپنی ایک رپورٹ میں عالم اسلام میں صوفی ازم کی مکمل حوصلہ افزائی اور حمایت کرنے کی سفارش کرچکی ہے۔

عراق کے لئے امریکہ کے خصوصی نمائندے زلمے خلیل زاد کی غیر مسلم بیوی 'شریل بینارڈ' نے کچھ عرصہ پہلے 'عالم اسلام؛ ۱۱ستمبر کے بعد' کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے، جس میں اس نے عالم اسلام میں برپا ان تحریکوں اور افکار کے بارے میں لکھا ہے جو عالم اسلام میں تبدیلی لانے کی طاقت رکھتے ہیں۔تصوف کے حوالے سے وہ لکھتی ہے کہ

''اس وقت عالم اسلام کی غالب اکثریت علاقائی اور خودساختہ عقائد وافکار کی پیروکار ہے اور یہ افکار عام طور پر 'شدت پسندی' سے دور ہیں۔ یہ لوگ قبروں کی تقدیس کرتے ہیں اور وہاں جاکر اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں۔ان عقائد کی کثرت نے مسلمانوں کے اندر وہ شدت پسندی ختم کردی ہے جس کی نمائندگی وہابی فکر کررہی ہے۔ اکثر لوگ جانے یا انجانے صوفی ازم پر چل رہے ہیں، یہ لوگ اپنے ممالک کی سیکولر حکومتوں کو اپنے عقائد وافکار کے لئے بالکل خطرہ نہیں سمجھتے اور نہ ہی ان کے عقائد ان کو اپنی حکومتوں کے خلاف اٹھنے پر اُکساتے ہیں۔''

آگے چل کر وہ لکھتی ہے:

''وہابی سلفی عالم اسلام میں صوفیوں اور جامد روایت پسندوں کے سخت دشمن ہیں۔ اس مخالفت

www.KitaboSunnat.com

نے اہل تصوف کو مغرب کا فطری حلیف☆ بنا دیا ہے اور وہ ریڈیکل ازم کے خلاف مغرب کے حمایتی ہیں۔'' (انٹرنیٹ اخبار 'دنیا الوطن ۱۷؍ دسمبر ۲۰۰۵ء)

☜ سلفیت کے متبادل کے حوالے سے گذشتہ صفحات میں ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ متبادل کی یہ اصطلاح سلفیت کے خلاف مغرب کی یلغار کی مکمل اور باریک بینی سے عکاسی نہیں کرتی، کیونکہ مغربی یلغار نے محض سلفیت کا متبادل لانے کے منصوبے پر اکتفا نہیں کر رکھا اور نہ ہی اس کو مسائل کا حل سمجھا ہے بلکہ بہت سے اسلامی ممالک جو مغرب کی نظر میں سلفیت کا متبادل لانے میں کامیاب ہوچکے ہیں وہ ممالک بھی ابھی تک 'سلفی خطرہ' کے دائرہ سے باہر نہیں ہیں۔ اس امر کی وضاحت مندرجہ ذیل نکات سے ہوتی ہے:

اوّلاً: مغرب کو اس بات کا احساس ہے کہ دوسرے افکار اور نظریات کے برعکس سلفیت کا خطرہ اس فکر کے حامل افراد کی کثرت میں نہیں بلکہ حقیقی خطرہ اس فکر کے اندر پنہاں ہے جس کے وہ حامل ہیں۔ یہ فکر اپنے اندر کچھ ایسی خصوصیات رکھتی ہے جس کی وجہ سے یہ بڑی سرعت کے ساتھ پھیلتی ہے۔ یہ تو سلفیت کے بارے میں مغرب کا تصور ہے، لیکن یہاں ہم اسلامی تصور کا اضافہ بھی کرتے ہیں اور وہ یہ کہ دراصل سلفی فکر مکمل طور پر فطرت کے موافق منہج ہے، یعنی اگر لوگوں کو ان کی فطرت پر چھوڑ دیا جائے اور دوسرے خارجی اثرات سے دور رہیں تو وہ یقیناً کتاب وسنت پر مبنی راستے کی طرف لوٹیں گے اور اسی راستے کا نام سلفیّت ہے۔

ثانیاً: سلفی فکر اس لحاظ سے دوسرے افکار سے مختلف ہے کہ وہ معاشرہ کی اکثریت میں مؤثر کردار ادا کرتی ہے۔ اس سلسلہ میں بطورِ مثال عرب ملک مصر کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ وہاں پر تعداد اور پھیلاؤ کے لحاظ سے تصوف کے مختلف سلسلوں کے پیروکار سب سے زیادہ ہیں جن کی تعداد کروڑوں میں ہے، دوسرے نمبر پر اخوان المسلمین کے حلقے کے لوگ ہیں جبکہ سلفی فکر کے حاملین کی تعداد سب سے کم ہے۔ اس کے باوجود معاشرہ کی اکثریت سلفی افکار سے نہ صرف متعارف ہے بلکہ سلفیت سے کافی حد تک متاثر بھی ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ اسلامی لٹریچر

☆ تصوف کے فروغ اور اس کی حمایت کیلئے مغرب کی یہ سوچی سمجھی رائے ہے۔ پاکستان میں بھی صوفیت کے فروغ کیلئے اس کا اظہار ایک ماہ قبل مشرف کی زیر ہدایت، پنجاب حکومت کی سرپرستی میں منعقد ہونیوالی عالمی صوفی کانفرنس میں بھرپور طریقے سے ہوا اور اس کی حمایت ومخالفت میں اخبارات میں کئی کالم بھی لکھے گئے۔

www.KitaboSunnat.com

میں کتاب وسنت پر مبنی سلفی لٹریچر سب سے زیادہ مقبول ہے، اسی طرح سلفی دعاۃ اور علما کی آڈیوز اور ویڈیوز نمایاں طور پر معروف ومشہور ہیں۔

ثالثاً: سلفیت اور مغرب کے درمیان جنگ کا اصل سبب اور راز یہ ہے کہ سلفی منہج اسلام کو اس کے اصلی اور خالص مآخذ ومصادر سے حاصل کرنے کی دعوت دیتا ہے اور زندگی کے ہر چھوٹے اور بڑے شعبہ میں کتاب وسنت کے براہِ راست نفاذ کا درس دیتا ہے، جبکہ مغرب کے ہاں یہ تصور گویا پتھر پر لکیر کی صورت میں ان کے ذہنوں پر نقش ہوگیا ہے...... اور جس کی سچائی کی دلیل محض موجودہ حالات نہیں بلکہ صدیوں پرانے تجربات اس کی سچائی پر گواہ ہیں ...... کہ اسلام کے ان اصلی اور خالص مآخذ ومصادر کا احیا دراصل مغربی اجارہ داری اور طاقت کا زوال ہے۔اس لئے کوئی بھی تحریک یا جماعت خواہ وہ دنیا کے کسی کونے میں ہو، وہ افریقہ کے جنگلوں یا ریگستانوں میں ہو، سائبیریا کے برف پوش علاقوں میں یا ہمالیہ کی پہاڑی چوٹیوں میں ہو، اگر وہ کتاب وسنت کی اصل اور بنیاد کے ساتھ متمسک نظر آتی ہو تو اس کو مٹانے کے لئے فوراً اُٹھ کھڑے ہوجانے کے علاوہ مغرب کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھام لینا ہی سلفیت کا اصل 'جرم' ہے۔

''پختہ فکر سلفی کہتے ہیں کہ وہ خالص اسلام کا پھر سے احیا کریں گے، جس کا مطلب یہ ہے کہ صدیوں پر محیط مغربی تہذیب جو کہ شعروادب، فنون اور موسیقی وغیرہ کی صورت میں موجود ہے، اسے ناقابل قبول ٹھہرا کر زمین میں دفن کردیا جائے گا۔'' یہ اسلامی امور کے امریکی ماہر ڈیوڈ شوارٹز کے وہ الفاظ ہیں جو امریکی اخبار 'ویکلی سٹینڈرڈ' نے شائع کیے ہیں۔

ویب سائٹ 'اسلام ڈیلی' نے رابرٹ سپنسر، جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، کے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں: ''وہابیت کے اصلاحی طریق کار کے اندر جو شدت پائی جاتی ہے وہ حقیقت میں اس دین کی اصلی اور خالص نصوص کی عکاسی کرتی ہے جو (اس کے زعم میں) اپنے حاملین کو ایسا تعصب سکھاتی ہیں جو کسی دوسرے پر رحم نہیں کرتا۔''

جی ہاں! اسلام کی حقیقی نصوص کتاب وسنت کسی ظالم طاغوت پر رحم نہیں سکھاتیں بلکہ تہ تیغ کرنا ہی سکھاتی ہیں، لیکن انسانیت کے لئے وہ سراپا رحمت اور سعادت ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

دوسرا آپشن: سلفیت کی سرپرستی یا سرکاری کنٹرول

مغربی ایجنڈے میں موجود اس آپشن پر گفتگو کرنے سے پہلے ایک نہایت باریک اور غور طلب نکتہ کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ سلفیت بحیثیتِ منہج وفکر اور سلفیوں میں بہت فرق ہے۔ اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ہم سلفیت کی سرپرستی یا سرکاری کنٹرول کے حوالہ سے گفتگو کرتے ہیں تو موضوع کے دو پہلو ہمارے سامنے رہنے چاہئیں: ایک سلفیت اور دوسرے سلفی لوگ، لیکن یاد رہے کہ سلفیت پر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے سلفیوں پر کنٹرول یقیناً لازمی ہے یا کم ازکم ان میں سے مؤثر افراد کو کنٹرول میں لانا ضروری ہے۔

اس آپشن پر کچھ اسلامی ممالک میں عمل ہو رہا ہے اور پوری کوشش کی جارہی ہے کہ سلفی دعاۃ کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو اور پھر ان کے ذریعہ ان کے ماتحت سلفیوں پر کنٹرول حاصل کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اب یہ بات تعجب خیز نہیں کہ اکثر ممالک میں سلفی تحریکوں کے دو گروہ ہیں یعنی ایک گروہ جو مقامی حکومت کا حامی ہے اور دوسرا مخالف۔

اس موضوع کے حوالہ سے جن دوسرے اُمور کی طرف اشارہ ضروری ہے، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اگر ہم اسلامی تحریکوں کی تاریخ پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ان میں سے اکثر جماعتیں دو نہایت نازک موڑوں سے گزرتی ہیں۔ پہلے موڑ پر اکثر جماعتوں میں تاسیس کے کچھ عرصہ بعد ہی شگاف پیدا ہوجاتا ہے جس کے نتیجہ میں کچھ افراد جماعتی اُصولوں اور نظریات پر زیادہ سختی سے کاربند رہتے ہیں، ایسا رویہ بعض اوقات لوگوں کو تکفیر کی طرف بھی لے جاتا ہے لیکن یہی افراد کچھ دہائیاں گزرنے کے بعد اور اپنے غلو سے بھرے نظریات کے سبب وقت کے نظاموں (حکومتوں) کے ہاتھوں سختیوں اور مصیبتوں سے دوچار ہونے کے بعد جماعت میں دوبارہ شگاف پیدا کرتے ہوئے دوسرا موڑ لیتے ہیں اور اپنے نظریات سے رجوع کرتے ہیں اور سختی کی بجائے نرمی اور تفاہم پسندی کی راہ اختیار کرتے ہیں، واپسی کے اس سفر میں حتیٰ کہ وہ اپنے بعض ایسے نظریات سے بھی قطع تعلقی کرجاتے ہیں اور براءت کا اظہار کرتے ہیں جو پہلے ان کے ہاں بنیادی اُصولوں کی حیثیت رکھتے تھے۔

ماضی قریب میں اس کی مثال مصر کی جماعت إخوان المسلمون ہے۔ ساٹھ کی دہائی

www.KitaboSunnat.com

میں اس جماعت میں اس وقت دراڑیں پڑیں جب اس کے بہت سے افراد تکفیر کی روش اختیار کر گئے حتیٰ کہ إخوان المسلمون سے علیحدہ ہوکر انہوں نے جماعة التکفیر والهجرة کے نام سے نئی جماعت قائم کرلی۔ اب کچھ عرصہ سے مصر میں إخوان المسلمون پھر سے اختلافات کا شکار ہے کیونکہ اس جماعت کے بہت سے افراد مصر کی حکومت اور مصر میں موجود لادینی (سیکولر) قوتوں سے مفاہمت کی راہ اختیار کرنا چاہتے ہیں بلکہ اسی بنیاد پر حزب الوسط کے نام سے نئی پارٹی کی بنیاد رکھنے کی تیاریاں بھی ہورہی ہیں۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جو ہمیں کئی ایک سبق سکھاتی ہے جن کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر ہم سلفی دعوت کو دیکھیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ سلفیوں اور پھر سلفی دعوت کو کنٹرول کرنے کے لئے اور سرکاری سرپرستی میں لانے کے لئے کیا کیا وسائل اختیار کئے جارہے ہیں؟ ہمیں پتہ چلتا ہے کہ سلفیت پر ایک عجیب وغریب طرز کی حکمت عملی اختیار کی جارہی ہے، جس کا انداز کچھ یوں ہے کہ سلفیت کی طرف منسوب بعض دعاة کو اس قدر مشہور کردیا جائے اور ہر طرح کے ذرائع ابلاغ تک ان کی رسائی کردی جائے جہاں ان کے مخاطب ہر طبقہ کے لوگ ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ سلفی دعاة جو اپنے سامنے تمام راستے کھلے ہوئے پائیں گے اور دیکھیں گے کہ ان کے مخاطبین ایسے معاشرے کے افراد ہیں جس میں تمام مفاہیم اور اَوزان ومقیاسات بدل چکے ہیں۔ پھر وہ اپنے آپ کو ایسے معرکے کے میدان میں پائیں گے جس میں مقابلہ کے لئے ان کے پاس درکار اسلحہ مناسب اور کافی نہ ہوگا، اس وقت ان دعاة کو احساس ہوگا کہ ایسے حالات میں ضروری ہے کہ اپنے کچھ بنیادی اُصولوں میں نرمی پیدا کی جائے اور ضروری ہے کہ مختلف طبقات اور ثقافتوں سے تعلق رکھنے والے اپنے مخاطبوں کے احساسات کا خیال رکھا جائے اور ان کے ہاں مقدس تصورات کو مجروح نہ کیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ ان غیور سلفی افراد کو مطمئن کرنے کی کوشش بھی کی جائے جو ان دعاة کے اس طرح کے نرم رویہ سے نالاں ہوں اور اُنہیں یہ باور کروایا جائے کہ ہمارے اس رویہ کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اپنے اُصولوں سے انحراف کررہے ہیں بلکہ اپنی دعوت کو مزید پھیلانے کے لئے یہ جدید دور کے تقاضے ہیں بس صرف بات یہ ہے کہ ذرائع ابلاغ کے سامنے کچھ اہتمام ومدارات سے کام لیا جائے۔

www.KitaboSunnat.com

لیکن دوسری طرف دشمنانِ سلفیت کے لئے ان بعض سلفی دعاۃ کے مزاج میں جگہ لیتی ہوئی نرمی بلکہ تساہل سونے سے زیادہ قیمتی ہے جس کو ضائع کئے جانے کی کوئی گنجائش نہیں۔ وہ فوراً اس طرح کے ہلکے سے شگاف میں ہاتھ ڈالتے ہیں تاکہ وہ دوبارہ آپس میں ملنے نہ پائے اور ان سلفی دعاۃ کو تساہل کی راہ کو مزید آگے بڑھانے پر قائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جدید دور کے تقاضوں کو ان کے سامنے پیش کرکے دعوتی رویہ میں مزید تبدیلی پر آمادہ کرتے ہیں اور اس کے پس پردہ ان کا ہدف یہ ہے کہ سلفی دعوت کی ترجیحات کو تبدیل کردیا جائے۔

ان کے پیش نظر یہی رہ جاتا ہے کہ سلفی دعوت کی ترجیح صرف یہ بن جائے کہ لوگوں کے اندر اسلامی شعائر کی اجمالی پابندی کا احساس پیدا کیا جائے اور اسلام کی عمومی تعلیمات سے عوام کی دوری کو کم کیا جائے جبکہ سلفی دعوت کی حقیقی ترجیحات اس سے مختلف ہیں اور وہ یہ ہیں کہ معاشرے کے اندر دین کے حوالے سے نہایت حساس قسم کے انحرافات اور خرابیوں کو بھی روکا جائے اور عقیدہ، شرک وبدعات، ولاء و براء (اہل کفر سے دوستی اور دشمنی کا معیار) ایسے دوسرے نازک موضوعات کو بھی تفصیل سے لیا جائے اور لوگوں کے سامنے ان معاملات میں حق اور باطل کو صاف طور پر علیحدہ کرکے دکھایا جائے اور پھر حق کی بھرپور اشاعت کی جائے اور باطل کی کھلی اور بغیر کسی مداہنت کے تردید کی جائے۔

یہاں پر ایک اہم مسئلہ درپیش ہے کہ سلفیت کی طرف منسوب دعاۃ گذشتہ سطور میں ذکر کئے گئے اسباب کی وجہ سے اپنی فکر میں جب تبدیلی لاتے ہیں تو اگر وہ اپنے اس اقدام کو پست قدمی یا دستبرداری سے تعبیر کریں تو ان (اعدائے سلفیت) کے لئے اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ چنانچہ اہم تر ہدف یہ ہے کہ سلفیت کی امتیازی خصوصیات کو اس کے حاملین کے ہاتھوں ہی تبدیل کیا جائے۔ دوسرے لفظوں میں سلفیت کو اندر ہی سے رخنہ اندازی کا شکار کیا جائے۔

ان حالات میں اس امر کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے کہ حالات کے تغیر وتبدل کے نتیجہ میں سلفی دعوت کی صاف وشفاف پیشانی پر پڑ جانے والے غبار سے پاک کرنے کا عمل مسلسل جاری رہنا چاہئے تاکہ سلفیت کے نام سے وہ افکار وخیالات جو ترغیبی یا ترہیبی دباؤ کے نتیجہ کے

طور پر سامنے آئے ہیں، سلفیت کے خالص منہج کے اندر جگہ نہ لے سکیں۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ افراد، بالخصوص سلفی دعوت کو قبول کرنے والوں کی تربیت اس نہج پر کی جائے کہ ان کو شخصیات کی بجائے منہج سلف سے جوڑا جائے اور صحابہؓ وتابعینؒ اور تبع تابعینؒ سے ورثہ میں ملنے والے اس منہج حق کے مسلمہ اُصول ان کے ذہنوں میں بٹھائے جائیں۔ شخصیات کی مدح وستائش اور تقدیس کے طریقہ کو مکمل طور پر ردّ کیا جائے، کیونکہ اب وقت کچھ ایسا ہے کہ اس میں حق پر استقامت ایک نایاب چیز بن کر رہ گئی ہے۔ إلا ما شاء الله

اَسلاف کا منہج دل میں راسخ ہونا چاہئے کہ کسی دور میں اگر کوئی بڑی سے بڑی شخصیت حالات کی تبدیلی کی وجہ سے اپنا رویہ و منہج تبدیل کر بیٹھے تو سلفیت کے حامل دوسرے افراد پر اس کا کوئی اثر نہ پڑے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان پر ہمیں بار بار غور کرنا چاہئے:

«ترکت فیکم شیئین لن تضلوا بعدهما: کتاب الله وسنتي، ولن یتفرقا حتی یردا عليّ الحوض» (صحیح الجامع الصغیر: حدیث ۲۹۳۷)

''میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ان کی موجودگی میں (ان پر عمل کرکے) تم کبھی گمراہ نہیں ہوسکتے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب 'قرآن' اور میری سنت ہے۔ یہ دونوں ہرگز آپس میں علیحدہ نہیں ہوسکتے حتیٰ کہ یہ قیامت کے روز حوضِ کوثر پر میرے ساتھ آملیں۔''

اگر ہم معاشرے پر نظر دوڑائیں تو ہمیں کتاب وسنت سے تعلق کے دو طریقے نظر آتے ہیں: ایک تو یہ کہ کتاب وسنت کو ہر وقت کاندھوں پر اُٹھائے رکھنا لیکن ان کے اندر غور نہ کرنا حتیٰ کہ ان کے وزن سے کاندھے تھک جائیں اور کتاب وسنت ایک ناقابل برداشت بوجھ بن جائے جبکہ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کتاب وسنت کو کاندھے پر اُٹھانے کی بجائے نظر کے سامنے رکھا جائے اور وہ جس طرف کو چلیں اور جس راستے کی طرف رہنمائی کریں، ان کے پیچھے چلا جائے اور ان کے نقش قدم کو اختیار کیا جائے۔ ایسا شخص جو پہلے تو کوئی قدم اٹھاتا ہے یا کوئی فیصلہ کرتا ہے اور پھر کتاب وسنت سے اپنے اس فیصلہ کی تائید میں نصوص تلاش کرتا ہے، اس شخص میں اور دوسرے اس شخص میں زمین وآسمان کا فرق ہے جو پہلے کتاب وسنت میں غور کرتا ہے تاکہ ان کی ہدایت کی روشنی میں قدم اُٹھائے اور فیصلہ کرے۔

www.KitaboSunnat.com

تیسرا آپشن: سلفیت پر پابندی

کچھ عرصہ پہلے بعض اسلامی ممالک میں سلفی دعوت کے لئے مکمل آزادی میسر تھی۔ اس سلسلے میں جزیرۂ عرب اور خلیجی ممالک کی مثال دی جاسکتی ہے۔ وہاں پر سلفی منہج کے حامل کو آزادی تھی کہ وہ ہر طرح کی دعوتی سرگرمیوں میں کام کریں۔ لیکن اب ان ممالک میں بھی حالات تبدیل ہوچکے ہیں اور مغرب کے شدید دباؤ کی وجہ سے وہاں بھی سلفیت کو شک کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا ہے۔ سلفی دعاۃ کی حرکات وسکنات کو مکمل نظر میں رکھا جارہا ہے۔ ان ممالک میں اس غیر معمولی تبدیلی کی اصل وجہ مغربی ذرائع ابلاغ کی وہ مذموم کوشش ہے جس میں وہ ہر سلفی دعوت کو جو کہ بے شک محض علمی اور دعوتی ہو، اس کو لازمی طور پر جہاد اور جہادی تحریکوں کے ساتھ مربوط کررہے ہیں۔ یہ مغربی ذرائع ابلاغ کی ایک خاص مہم ہے جس کے ذریعہ وہ مختلف سلفی تحریکوں اور اداروں کو ایک ہی تحریک میں ضم کرکے پیش کرنا چاہتے ہیں اور یہ باور کروانا چاہتے ہیں کہ اس تحریک کا مقصد دنیا کے کونے کونے میں عسکری عمل کو پھیلانا ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ علیٰ وجہ البصیرۃ جہاد فی سبیل اللہ تاریخ کے ہر دور میں سلفی تحریکوں کا ہی طرۂ امتیاز رہا ہے اور سلفی لوگ کل بھی اور آج بھی جہادی تحریکوں میں اگلی صفوں میں برسرپیکار نظر آتے ہیں۔ لیکن واضح رہے عسکریت پسندی قطعاً سلفی منہج نہیں ہے، بلکہ سلفی منہج میں عسکری عمل کے لئے خاص زمان ومکان اور دوسرے اعتبارات کو بھی مدنظر رکھا جاتا ہے اور ان حالات میں فیصلہ کرنے کے لئے قرآن وسنت اور اسلاف کے اُسوہ سے راہنمائی لی جاتی ہے۔ لیکن آج مغربی ذرائع ابلاغ میں عسکریت پسندی کو سلفیوں سے منسوب کرکے پیش کیا جارہا ہے۔ چنانچہ امریکی کانگرس کا ایک رکن اس بارے میں کہتا ہے:

> ''وہابی عقیدہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو غیر وہابی ہے، اس کا انجام قتل ہے۔''

واشنگٹن پوسٹ کی ایک خاتون صحافی لکھتی ہے:

> ''جو لوگ وہابی عقیدہ کو اختیار نہیں کرتے، وہابیوں کی نظر میں وہ سب کافر ہیں۔''
> (دیکھئے ویب سائٹ 'اسلام ڈیلی')

اوپر ذکر کردہ ساری بحث سے بخوبی یہ واضح ہوتا ہے کہ سلفیت کے مقابلہ کے لئے متعدد

www.KitaboSunnat.com

مراحل کی ایک منصوبہ بندی ہے جس پر مختلف انداز سے عمل ہورہا ہے اور یہی وہ مراحل یا امکانات ہیں جن کے بارے میں ہم نے گذشتہ صفحات میں گفتگو کی ہے، یعنی سلفیت کا متبادل، سلفیت کی سرپرستی یا اس پر کنٹرول اور سلفیت پر پابندی یا اس کا مکمل کا صفایا۔

اب اگر ہم دوبارہ اس مغربی سوال کی طرف لوٹیں جس کا ذکر ہم نے اس مثال کے آغاز میں کیا تھا کہ سلفی دعوت کی تحریکوں کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟ تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس کا جواب ایک طریقہ ہی میں نہیں بلکہ تینوں طریقوں کے لئے علیحدہ علیحدہ تجویز کیا گیا ہے۔اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مغرب کے لئے یہی طریقے بطورِ حل مناسب ہیں، بالخصوص ایسے حالات میں کہ سلفی تحریکیں پوری دنیا کے ممالک میں مختلف انداز میں پھیلی ہوئی ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے مغربی قوتیں مختلف اسالیب اپنانا ضروری سمجھتی ہیں۔

کچھ ممالک اس حوالے سے پہلے مرحلے سے گزر کر اب دوسرے اور تیسرے مرحلے کے درمیان ہیں، ایسے ممالک میں مصر کی مثال لی جاسکتی ہے جبکہ بعض ممالک تینوں مراحل طے کرچکے ہیں جن میں تیونس اور لیبیا شامل ہیں اور کچھ ممالک پہلے اور دوسرے مرحلے کے درمیان میں ہیں۔

اس مختصر تجزیہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دوسرے مرحلے یا دوسرے آپشن پر حالیہ وقت میں بہت سے ممالک میں کام ہورہا ہے اور وہ ہے سلفیت کی سرپرستی اور اس پر کنٹرول کا آپشن اور موجودہ حالات اس بات کا شدت سے تقاضا کرتے ہیں کہ رہنمایانِ سلفیت اس مغربی خطرناک ہتھکنڈے اور اس کے اثرات پر سنجیدگی سے غور کریں۔ وصلی اللہ علی نبینا محمد !

- حافظ ابوسعد عبدالکریم سمعانیؒ فرماتے ہیں: کہ 'سلفی' سلف کی طرف نسبت ہے۔ (الانساب: ۲۷۳/۳)
- حافظ ذہبیؒ کہتے ہیں کہ ''سلفی اسے کہتے ہیں جو سلف کے مذہب پر ہو۔'' (سیر اعلام النبلاء: ۶/۲۱)
- علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: لا عيب من أظهر مذهب السلف وانتسب إليه واعتزى إليه بل يجب قبول ذلك منه بالاتفاق فإن مذهب السلف لا يكون إلا حقا ''جو شخص سلف کا مذہب ظاہر کرے اور سلفیت کی طرف منسوب ہو، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ ایسے شخص کے اعلان کو قبول کرنا بالاتفاق واجب ہے۔ کیونکہ ائمہ سلف کا مذہب ہی حق ہے۔'' (مجموع فتاویٰ: ۱۴۹/۶)

www.KitaboSunnat.com